''اللہ'' خدا تعالیٰ کا ذاتی نام ہے۔ اللہ کے معنی اسم اعظم کے ہیں جو تمام صفات کاملہ سے متصف ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 24 / مارچ 1995ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیت کریمہ تلاوت کی۔

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۴﴾

(البقرہ: 164)

پھر فرمایا:۔

اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ وہ بے انتہاء رحم فرمانے والا ہے اور بار بار رحم کرنے والا ہے اور ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

صفات باری تعالیٰ بلکہ اسماء باری تعالیٰ کے ذکر میں آج کے مضمون میں سب سے پہلے تو لفظ اللہ سے متعلق کچھ تعارف کروانا چاہتا ہوں۔ یہ مضمون بعض اور مطالب پر پھیلے گا لیکن سب سے پہلے اسماء کا جو مرکزی نقطہ ہے اس کے متعلق کچھ پہلے کی نسبت جماعت کو زیادہ علم ہونا چاہئے اور اکثریت ان باریک بحثوں کو غیر ضروری سمجھ کر ان کی طرف توجہ نہیں کرتی۔ لیکن تمام پرانے علماء نے بھی اور پھر اس زمانے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی ان مضامین کو اٹھایا ہے اور ان کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے کیونکہ اسماء کا مضمون بہت اہم ہے اس لئے خدا تعالیٰ کے

مرکزی نام کا ذکر کئے بغیر یہ مضمون آگے نہیں بڑھ سکتا۔

لفظ اللہ کیا ہے؟ قرآن کریم کے بیان کے مطابق اللہ کا نام اللہ ہے اور اس نام میں اور کوئی شریک نہیں ہے اور کبھی بھی انسان نے خدا کے سوا یہ کسی اور شخص پر اطلاق ہوتا ہوا نہیں دیکھا۔ تو ان معنوں میں اللہ کا لفظ وحید ہے، واحد ہے، احد ہے، اس میں کوئی غیر، نام میں شامل نہیں ہے۔ یہ پہلو بہت اہم ہے کیونکہ اس پہلو پر غور کرتے ہوئے انسان تمام عبادت کی تاریخ پر نظر ڈالے تو اس میں یہی سچائی ہمیشہ دکھائی دے گی کہ غیر معبودوں کی پرستش کی گئی یعنی فرضی معبودوں کی، ان کے مختلف نام بھی رکھے گئے مگر تمام انسانی تاریخ میں کبھی کسی معبود کا نام اللہ نہیں رکھا گیا اور اس نام میں وہ بلا شرکت غیرے اکیلا ہے۔

سوال یہ ہے کہ یہ نام کچھ معنی رکھتا ہے یا محض ایک نام ہے؟ اس سلسلے میں علماء یہ گفتگو کرتے ہیں کہ بعض نام مشتق ہوتے ہیں اور بعض جامد۔ مشتق اس نام کو کہتے ہیں جو نام تو ہے مگر بعض ایسے دوسرے معانی سے تشکیل پاتا ہے یا ترکیب پاتا ہے جو عام ہے۔ ان سے ایک نام بنایا جاتا ہے اور ایک شخص کو دے دیا جاتا ہے۔ مثلاً حامد ہے، محمود ہے، مبارک ہے، یہ سارے وہ نام ہیں جو حمد اور برکت سے نکلے ہوئے ہیں اور ان ناموں میں اگرچہ جب کسی کی طرف منسوب کردیئے جائیں تو خصوصیت آجاتی ہے مگر بنیادی طور پر معنے وہی ہیں جن معنوں سے وہ نام اٹھائے گئے ہیں جن معنوں سے وہ بنائے گئے ہیں تو معنے والے نام وہ نام ہیں جو کسی ایک مٹی سے تشکیل پاتے ہیں اور اس مٹی کو گوندھ کر اس کا ایک نام بنا دیا جائے تو اس کو مشتق نام کہتے ہیں۔

اور جامد اس کو کہتے ہیں جس کا نام رکھنے والا خود ہی اس کا خالق ہے اور کوئی اس نام کو تجویز نہیں کرتا اور معنوں کے لحاظ سے کسی عام معنی سے وہ نہیں نکلے ہوئے۔ اس تعلق میں جو پرانے علماء نے بحثیں اٹھائی ہیں ان میں سے بعض لوگ تو شدت کے ساتھ اللہ کے جامد ہونے پر زور دیتے ہیں اور اسی پر بات کو ختم کردیتے ہیں کہ اللہ ایک ایسا نام ہے جو محض نام ہے اس میں اور کوئی معنی نہیں پائے جاتے اس لئے یہ بحث ہی جائز نہیں، اس بات میں سوچنا بھی گناہ ہے کہ اللہ کے کیا معنی ہیں اور بعض دوسرے ہیں جن میں بڑے بڑے چوٹی کے ائمہ بھی شامل ہیں مثلاً امام راغب بھی ان میں سے ہی ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ دراصل یہ مشتق ہے لفظ ''الٰہ'' سے۔ الوہیت اس کا مادہ ہے۔ الوہیت کہتے ہیں

معبودیت کو یعنی ایسا وجود جس کی عبادت کی جائے اس کو ’’الـٰه‘‘ کہتے ہیں ’’ال‘‘ لفظ جب ’’ال الـٰه‘‘ پر لگ گیا تو پھر ایک ہی وجود کے لئے خاص ہو گیا یعنی جس کو ہم اللہ کہتے ہیں اور ال الـٰه میں سے الف بھی بیچ کا گر گیا اور اللہ بن گیا۔

اس سلسلے میں اور علماء مثلاً صاحب کشاف نے بھی، علامہ زمخشری نے بھی یہی مضمون بیان کیا ہے۔ سیبویہ کے حوالے سے بھی یہ بیان کیا گیا ہے، بہت سے علماء اس کو مشتق کہتے ہیں لیکن اس کے باوجود خدا کا ذاتی نام بھی قرار دیتے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بڑی وضاحت کے ساتھ اس کو اسم جامد قرار دیا ہے اور فرمایا یہ بالکل غلط ہے کہ دوسرے کسی مادے سے بنایا گیا ہے بلکہ وہ نام ہے جو اللہ کا نام ہے اور اللہ ہی کا ہے۔ اس میں اس کے معانی میں کوئی اور شریک نہیں ہے اور جہاں تک اس کے معانی کا تعلق ہے آپؑ یہ نہیں فرماتے کہ چونکہ یہ مشتق نہیں ہے کسی بامعنیٰ لفظ سے نہیں نکلا ہوا اس لئے بے معنی ہے۔ یہ فرق ہے آپؑ کے مؤقف میں اور گزشتہ جو مفکرین اسلام میں گزرے ہیں ان کے مؤقف میں۔ آپؑ فرماتے ہیں جامد ہے مگر جامد ان معنوں میں یعنی یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں سے جو میں سمجھا ہوں وہ میں اپنے لفظوں میں بیان کر رہا ہوں۔ جامد ان معنوں میں کہ ہر شخص جو کسی چیز کا نام رکھتا ہے وہ ایک قسم کی اصطلاح بنتی ہے اور جو اصطلاح بنانے والا ہے وہ اس اصطلاح کے معانی بھی بتاتا ہے۔ پس اگرچہ کہ وہ اصطلاح کسی اور چیز سے نہ بنی ہو مگر جب کسی چیز پر اطلاق پاتی ہے تو اس کے معانی کا بیان اس کے بنانے والے کا فرض ہے۔ پس اللہ نے جب اپنا نام اللہ بتایا تو یہ درست نہیں ہے کہ یہ بے معنی نام ہے۔ مگر اس کے معانی کیا ہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کیونکہ دوسرے تمام الفاظ یا اسماء جو معنی سے تشکیل پاتے ہیں اس کے معانی تو سب جانتے ہیں مگر اس کا معانی کوئی اور جان ہی نہیں سکتا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کا نام بیان فرمایا ہے۔ پس اللہ ہی ہے جو اس کے معانی بیان کرتا ہے۔ پس جوں جوں ان معانی پر نظر پڑتی چلی جاتی ہے لفظ اللہ غیر معمولی طور پر اپنے معانی کے لحاظ سے وسعت اختیار کرتا چلا جاتا ہے اور جتنے زیادہ معانی اس کے بیان کئے جائیں اتنا ہی یہ بامعانی لفظ بن جائے گا مگر مشتق پھر بھی نہیں ہوگا۔ یعنی پھر اس کے حوالے سے دوسری چیزوں کے معانی سمجھے جائیں گے۔

اب اس کی مثال یہ ہے کہ اگر ہم کہتے ہیں کہ اللّٰه هو الرحمٰن یا اس آیت کو جس کی میں

نے تلاوت کی تھی اس میں وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے، اللہ ہی ہے اور اس کا تعارف کیا ہے الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ تو رحمٰن کے معنی اللہ کی ذات کے حوالے سے سمجھے جائیں گے۔ رحم کے حوالے سے اللہ سمجھ نہیں آئے گا بلکہ اللہ جن معنوں میں ہے رحمٰن ہے ان معنوں میں رحمانیت کے بدرجہ تام معنے ، بدرجہ کمال معانی سمجھ آجائیں گے۔ ورنہ عام مادہ سے نکلا ہوا لفظ رحمٰن عام انسانوں پر بھی بولا جاتا ہے۔ ماں بھی رحمٰن ہوتی ہے، بعض معانی میں باپ بھی، دوسرے عزیز، محبت کرنے والے، جانوروں پر رحم کرنے والے بھی رحمٰن ہو سکتے ہیں لیکن ان کے اندر رحمانیت کے معنی محدود ہیں لیکن جب اللہ کے حوالے سے رحمانیت کو سمجھا جائے تو معانی لامحدود ہو جائیں گے۔ پس اس طرح تمام اسماء باری تعالیٰ جو دراصل خدا تعالیٰ کی صفات ہیں وہ اللہ سے تشکیل پاتی ہیں اور اللہ کے لفظ کے گرد گھومتی ہیں اور اللہ کا لفظ ان کے اندر لامتناہی وسعتیں پیدا کر دیتا ہے۔ پس اس پہلو سے صفات باری یا اسماء باری تعالیٰ پر غور ہونا چاہئے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی عبارت یہ ہے۔ ’’اب ہم **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** کی تفسیر کا خلاصہ دوبارہ بیان کرتے ہیں‘‘۔ یہ دراصل عربی عبارت کا ترجمہ ہے جو’’اعجاز المسیح‘‘ سے لی گئی ہے۔ ’’**ثم نکرر خلاصته الکلام فی تفسیر** بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ‘‘ پس اب ہم **بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم** کی تفسیر کا خلاصہ دوبارہ بیان کرتے ہیں۔ پس واضح ہو کہ اللہ کا لفظ جامد ہے۔ یعنی کسی اور مادے سے تشکیل نہیں پایا بلکہ اللہ نے اپنا نام بیان فرمایا ہے اور اس کے معنی، بے معنی قرار دیا، یہ فرق ہے جو بہت ہی نمایاں ہے اور ایک عارف باللہ کا اور ایک عام انسان کا جو غیر معمولی فرق ہے وہ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ جامد کو اکثر لوگ بے معنی کہتے ہیں اور اس کے معنی سوائے نام کے اور کچھ نہیں۔

کہتے ہیں جو چاہے نام کسی چیز کا رکھ دے وہ پابند نہیں ہے اور جو نام ہے وہ بے معنی بھی ہو سکتا ہے، بامعنی بھی ہو سکتا ہے۔ تو جامد کی تعریف میں بالعموم معنی کا فقدان داخل کر دیا گیا ہے جو غلط ہے یعنی ان معنوں میں حضرت مسیح موعودؑ فرما رہے ہیں کہ اللہ جامد ہے یعنی کسی اور مادے سے تشکیل نہیں پایا لیکن اس کے معنے سوائے خدائے علیم وخبیر کے اور کوئی نہیں جانتا اور اللہ تعالیٰ عز اسمہ نے اس آیت میں اسم کی حقیقت بتائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ اس ذات کا نام ہے جو رحمانیت اور

رحیمیت کی صفات سے متصف ہے یعنی بلا استحقاق احسان والی رحمت اور ایمانی حالت سے وابستہ رحمت ہر دو رحمتوں سے وہ ذات متصف ہے۔ (اعجاز المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ: 115)

اب اللہ کے حوالے سے رحمانیت اور رحم کے وہ معنے وجود میں آئے جو مادے پر غور کرنے سے نہیں آسکتے تو لفظ رحمان اطلاق پایا مگر خدا کے تعلق میں اس میں حیرت انگیز وسعت پیدا ہوگئی۔ اب سوال یہ ہے کہ جو آخری حصہ ہے آپؑ کے کلام کا اس کے معانی کیا ہیں۔ مشکل الفاظ ہیں عام طور پر جو اردو دان ہیں جن کا عربی کا علم کمزور ہو یا ویسے بھی ان کے لئے اس کلام کو سمجھنا مشکل ہے لیکن اگر کلام کو ویسے بھی سمجھ جائیں لفظاً لفظاً ہر لفظ کا معنی سمجھتے ہوں تب بھی جب تک اس کی وضاحت نہ کی جائے ہر ایک پر یہ مضمون روشن نہیں ہوسکتا۔

آپؑ فرماتے ہیں ”اللہ اس ذات کا نام ہے جو رحمانیت اور رحیمیت کی صفات سے متصف ہے یعنی بلا استحقاق احسان والی رحمت اور ایمانی حالت سے وابستہ رحمت ہر دو رحمتوں سے وہ ذات متصف ہے“۔ کیا مطلب ہوا اس کا۔ بلا استحقاق احسان کرنے والی رحمت اور ایمانی رحمت ہر دو صفات سے یہ ذات متصف ہے۔ دراصل رحمان کا لفظ بعض پہلوؤں سے ہر دوسری صفت سے پہلے ہے یعنی زمانے کے لحاظ سے نہیں بلکہ اپنے مقام کے لحاظ سے اور بعض پہلوؤں سے یہ رب کے بعد آتا ہے۔ یہ وہ باریک مضمون ہے جس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک فقرے میں بیان فرمادیا ہے۔ اللہ رحمان ہے اور رحمان وہ ہے جس نے پیدا کیا ہے۔ جس نے نہ صرف یہ کہ انسان کو پیدا کیا بلکہ کلام الٰہی کا خالق یا خالق نہ کہیں تو کلام الٰہی کا منبع بھی رحمان ہی ہے۔

اَلرَّحۡمٰنُ ۙ﴿۲﴾ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ؕ﴿۳﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَهُ الۡبَيَانَ ﴿۵﴾ (الرحمٰن: 2 تا 5)

رحمان کی طرف یہاں اللہ نہیں فرمایا گیا رحمان کہہ کر یہ دو معانی بیان فرمائے کہ وہ تخلیق کا اول ہے۔ ہر تخلیق اسی سے نکلی ہے اور انسان کو پیش کیا ہے تخلیق کے نمونے کے طور پر کیونکہ تخلیق کا آخری نقطہ انسان ہے اگر انسان کو رحمان نے پیدا کیا ہے تو چونکہ ہر چیز انسان کو پیدا کرنے کی خاطر بنائی گئی اس لئے رحمانیت میں ہر وہ چیز داخل ہوگئی۔ پھر فرمایا قرآن کریم، یہ بھی رحمان نے بنایا ہے۔ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ کے ساتھ قرآن کے لئے خلق کا لفظ نہیں فرمایا۔ لیکن یہ فرمایا عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ خدا تعالیٰ نے نہیں اَلرَّحۡمٰنُ نے عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ قرآن سکھایا ہے۔ اب یہ دو معانی ہیں جن کی طرف حضرت مسیح موعودؑ اشارہ

فرمار ہے ہیں۔

اوراس پہلو سے **بسم اللہ الرحمن الرحیم** میں رب کا کوئی ذکر نہیں اور رحمان ہی ہے جس سے ہر چیز پھوٹی ہے اور وہ وجود جس سے وہ چیزیں وجود میں آئیں جس کی طاقت سے یا جس کی صفات کے جلوے سے جن چیزوں کا کوئی حق ہی نہ ہو، جو عدم ہے اس کا کوئی حق نہیں ہے۔ اگر کوئی حق بنتا ہے تو موجودات کا کچھ حق بنتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم تنگ آ جاتے ہیں کہ ہمیں خدا نے کیوں پیدا کیا تو یہ جو مطالبہ ہے کہ ہمارا حق ہے ہمیں بتایا جائے اگر پیدا کرنا تھا تو ہمارا کوئی مقصد ہونا چاہئے یہ وجود میں آئے تو مطالبہ پیدا ہوتا ہے نا۔ تو جو چیز موجودات میں سے ہو ہی نہ۔ عدم کا کوئی حق ہی نہیں ہے اور وہ ذات جو عدم سے پیدا کرتی ہے وہ رحمان ہے، یہ قرآن کریم سے ثابت ہے کیونکہ رحمان کا ایک مطلب ہے بن مانگے دینے والا اور یہ رحمان جو بن مانگے دینے والا ہے یہ بھی عام مادہ رحم سے ثابت نہیں ہے۔

اللہ کے حوالے سے جب غور کرتے ہیں تو پھر وہ مضمون سمجھ آتا ہے ورنہ نہیں آ سکتا۔ اللہ بن مانگے دینے والا ہے اور رحم مادر میں بھی یہی معنے اسی حوالے سے پائے جاتے ہیں۔ ماں بچہ پیدا کرتی ہے جبکہ پہلے اس کا کوئی وجود نہیں۔ کوئی مطالبہ نہیں ہے اور رحم میں وہ پرورش پاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے لفظ رحم جو یوٹرس کے اوپر اطلاق پاتا ہے، جہاں جنین بنتا ہے اس کا تعلق رحمانیت سے جوڑ دیا ہے اور آنحضرت ﷺ نے کھل کر یہ مضمون بڑی وضاحت سے بیان فرمایا ہے کہ جو شخص رحم سے سے تعلق کاٹے گا یعنی رحمی رشتوں کا خیال نہیں رکھے گا اس کا رحمٰن خدا سے بھی تعلق کٹ جائے گا کیونکہ دونوں کا اصل ایک ہے۔ تو بن مانگے دینے والا جو مضمون ہے وہ ماں کے حوالے سے کبھی کسی کو سمجھ نہیں آیا لیکن اللہ کے حوالے سے سمجھ آیا تو ماں کا مضمون سمجھ آ گیا۔ اللہ بن مانگے دیتا ہے اور ماں تو کسی وجود سے پھر آگے بناتی ہے۔ اس لئے بلا استحقاق کلیۃً عنایت نہیں کر سکتی کیونکہ وہ خود مجبور ہے کسی مادے کی، کسی وجود کی لیکن اللہ تعالیٰ نے جب عدم سے انسان یا کائنات کو پیدا فرمایا ہے تو کلیۃً کوئی بھی کسی چیز کا استحقاق نہیں رکھتا تھا کیونکہ کوئی بھی کسی صورت میں موجود ہی نہیں تھا۔ پس حضرت مسیح موعودؑ نے پہلی خلق کو جو رحمان سے وجود میں آتی ہے ان معنوں میں بیان فرمایا ''یعنی بلا استحقاق احسان والی رحمت'' وہ رحمت جو کسی حق کے نتیجے میں نازل نہیں ہوتی بلکہ محض احسان ہی احسان ہے اور ''ایمانی حالت'' کا رحمان سے کیا

تعلق ہے گو سوچنے میں تو عام طور پر سمجھ نہیں آتی مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ مضمون ایک تو اس آیت کے حوالے سے بیان فرمار ہے ہیں۔ اَلرَّحۡمٰنُ ۙ﴿۲﴾ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ۔ یہ رحمان ہی ہے جس نے قرآن سکھایا ہے۔ پس تمام روحانی اور ایمانی حالتیں قرآن میں موجود ہیں اور وہ رحمان سے نکلی ہیں۔

دوسرا سورہ فاتحہ پر جب غور کرتے ہیں تو وہ آیت جو ہر دفعہ دہرائی جاتی ہے سوائے ایک سورۃ کے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ وہ رحمان اور رحیم کو پہلے بیان کرتی ہے اور سورہ فاتحہ رحمان کو بعد میں بیان کرتی ہے اور ربوبیت کو پہلے بیان کرتی ہے۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ اللہ تمام جہانوں کا رب ہے اور پھر فرمایا الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ وہ رحمان بھی ہے اور رحیم بھی ہے۔ ان معنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ربوبیت کو اول اور رحمانیت اور رحیمیت کو اس کے بعد بیان کرتے ہیں کیونکہ سورہ فاتحہ نے اسی طرح بیان فرمایا ہے۔ مگر یہ روحانی دنیا سے تعلق رکھنے والا مضمون ہے۔ جب کچھ بھی نہیں تھا اس وقت خدا نے یعنی بحیثیت رحمان سب کچھ عطا کیا۔ جب سب کچھ ہو گیا تو اس کو تربیت دے کر آگے بڑھانا بھی خدا تعالیٰ کی صفات میں داخل ہے اور تربیت دے کر آگے بڑھانا جب روحانی دنیا سے تعلق رکھے تو وہاں ربوبیت کے بعد سب سے پہلے الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کا ذکر ملتا ہے اور پھر مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ کا ذکر ضروری ہے کیونکہ اگر ایک مقصد کی خاطر ترتیب دے کر آگے بڑھایا جا رہا ہے تو پھر امتحان بھی ہوگا اور جزاء سزا بھی ہوں گے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فقرے کے یہ معنی ہوئے ”بلا استحقاق احسان کرنے والی رحمت“ جو عام ہے سب دنیا میں ساری کائنات پر عام ہے۔ بے جان مادہ بھی اسی رحمت سے پیدا ہوا ہے اور ”ایمانی حالت سے وابستہ رحمت“ جس کا سورہ فاتحہ میں ذکر فرمایا گیا ہے اور ربوبیت کے بعد رحمان اور رحیم رکھا گیا ہے یہ رحمت ایمانی حالت سے تعلق رکھتی ہے۔

تو یہ جو صفات باری تعالیٰ ہیں، یہ اسماء کہلاتے ہیں یہ صفات اور اسماء کا علم جو ہے وہ سب سے بڑھ کر حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کو عطا ہوا اور اس میں کوئی ادنیٰ بھی شک یا اختلاف کی گنجائش ہی موجود نہیں۔ اسی لئے میں نے گزشتہ خطبے میں بیان کیا تھا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ نے آدم کے حوالے سے جو اسماء بیان کئے ہیں وہ دنیا کی زیادہ تر باتیں ہیں۔ قریب تر جو دین کی بات اس حوالے سے بیان فرمائی ہے وہ بھی خالق کے اسماء کے طور پر نہیں بلکہ مخلوق کے بہترین اسماء کے

طور پر ہے۔

چنانچہ آپؑ نے فرمایا کہ آدم کو جو اسماء سب سے پہلے سکھائے گئے وہ دو اسماء تھے محمد اور احمد کیونکہ پیدائش کی غایت گویا پیدائش عالم کا مقصود محمد رسول اللہ اور احمد رسول اللہ تھے یعنی آپؐ کی یہ دو صفات تھیں جن کی وجہ سے کائنات کو پیدا کیا گیا ہے تو اب دیکھیں وہاں بھی اسماء باری تعالیٰ کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ خدا تعالیٰ کی مخلوق میں سے وہ مخلوق جو اسماء کے قریب تر پہنچی ہے، جس سے بڑھ کر کبھی کوئی شخص اسماء کا واقف نہیں ہوسکا اس کا ذکر پہلے بتایا گیا ہے اور ان معنوں میں فرشتوں کو لاجواب کر دیا گیا۔ اگر محمدؐ رسول اللہ کی صفات ہی وہ نہیں سمجھ سکتے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی صفات کا احاطہ کرنا تو کسی مخلوق کے بس کی بات نہیں سوائے اللہ کے جس نے یہ تنہا معجزہ پیدا کیا ہے۔ معجزے تو بے شمار ہیں مگر یکتا معجزہ جس کا کوئی شریک نہ ہو مخلوق میں اس جیسا کوئی اور نہ ہو، یہ مضمون ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسماء کے حوالے سے اور آدم کے حوالے سے بیان فرمایا ہے کہ سب سے پہلے جو دو نام بتائے گئے اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک اسماء باری تعالیٰ اول طور پر آدم کو سکھائے گئے ہوتے تو یہ ناممکن تھا کہ اسماء باری تعالیٰ کا آغاز محمد اور احمد سے کیا جاتا۔ اس لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا یہ انکشاف بہت واضح اور قطعی ہے کہ پہلے آدم کو مخلوق کے اسماء دیئے گئے اور وہ آدم اول ہے یعنی ان معنوں میں کہ سب سے بڑھ کر اور سب سے پہلے ہے اپنے خدا تعالیٰ کے علم اور خدا تعالیٰ کی جو دائمی کتاب ہے، کتاب مکنون، اس میں جو موجود ہے ہمیشہ سے وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اپنے دونوں ناموں کے اعتبار سے محمد اور احمد۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر یہ اسم جامد ہے تو وہ بات تو میں نے سمجھا دی کہ اسم جامد ہونے کے باوجود معانی رکھتا ہے اور وہ تمام معانی اس میں موجود ہیں جو قرآن کریم بیان فرما رہا ہے یا جن کے اندر وہ معانی بھی موجود ہیں جو قرآن میں ظاہراً بیان نہیں ہوئے مگر حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کو ان کا علم دیا گیا اور قرآن کے معانی سے باہر نہیں ہیں بلکہ اسی کی شاخیں ہیں۔ تو اس پہلو سے اللہ کے نام پر غور کرتے ہوئے جو پہلی بنیادی صفات ابھرتی ہیں وہ دو ہیں اَلرَّحْمٰنُ اور الرَّحِیْمِ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہی دو صفات کے حوالے سے محمدؐ اور احمد کا عرفان پیش کیا ہے۔

آپؑ کو جو محمد اور احمد ناموں کا عرفان عطا ہوا۔ آپؑ نے ان کا تعلق محمدؐ کا رحمان سے باندھا

ہے اور احمد کا رحیم سے باندھا ہے اور بہت ہی عظیم الشان مضمون ہے جو اپنی ذات میں ہی لمبے غور اور بار بار کی غوطہ خوری کو چاہتا ہے۔ رحیمیت کے ساتھ احمد کا تعلق ایک معنے بھی رکھتا ہے جو خاص طور پر ہماری توجہ کے مستحق ہیں یا اگر نہیں کھینچ سکے تو کھینچنا چاہئے۔ رحیمیت میں بار بار کے معنے ہیں اور رحمانیت میں آغاز کے معنے ہیں اور معنوں کے علاوہ یہ دو نمایاں ہیں۔ پس جہاں سے شریعت کا آغاز ہوا ہے وہ محمد ﷺ ہے اور دوبارہ محمد ﷺ کا فیض جو بار بار جاری ہوگا اس میں رحیمیت کے معنے پائے جاتے ہیں۔ رحمانیت نے سب کچھ دے دیا۔ شریعت کامل ہوگئی، نعمتیں تمام کو پہنچ گئیں، اس کے بعد پھر دوبارہ کیا ضرورت ہے۔ یہ ویسا ہی سوال ہے جیسے کہا جائے جب رحمان نے سب کچھ عطا کر دیا جو ضرورتیں تھیں ہمیشہ ہمیش کے لئے وہ ساری پوری کر دیں تو پھر رحیم کی کیا ضرورت ہے۔ تو رحیم وہ ہے جو ان نعمتوں کو بار بار لے کے آتا ہے اور ساتھ نہیں چھوڑتا۔

تو شان احمد وہ ہے جس نے اس وقت دوبارہ رحمانیت کا جلوہ دکھانا تھا یعنی وہ جلوے جو رحمان کے مظہر محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات میں ظاہر ہوئے ان کو دوبارہ پیش کرنے کی ضرورت پڑنی تھی اس وقت آپ ہی کی شان احمد آئی ہے کسی اور وجود کی ضرورت نہیں تھی۔ وہی شان احمد ہے جو متمثل ہوئی ہے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اس شان احمد کا مظہر بن کے وہی چیز تقسیم فرمانے آئے جو آنحضرت ﷺ کے اگر رزق کی تقسیم کی بات کی جائے تو ذہن میں آپ کے لنگر کی نعمتیں تھیں یا آپ کے خوان کی نعمتیں تھیں یہ آپ کا مائدہ تھا اور خزانوں کی بات کی جائے تو محمد رسول اللہ ﷺ کا مخزن ہی ہے آپ ہی کے خزانے ہیں جن کو دوبارہ لٹانے کی ضرورت پیش آئی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجا گیا۔

پس محمد اور احمد کا رحمان اور رحیم سے تعلق جوڑنا یہ انسان کے بس کی بات نہیں۔ یہ الہٰی علم کے نتیجے میں حضرت مسیح موعودؑ کو اس کا عرفان نصیب ہوا اور اس پر پھر مزید غور کرتے چلے جانے کی ضرورت ہے اور بہت سے نکات اس میں شامل ہیں، جو ضروری نہیں کہ سرسری آنکھ سے یا بعض دفعہ گہری نظر سے بھی فوراً دکھائی دیں اور بعض خزانے ایسے ہیں جو دکھائی دینے کے باوجود اپنے مخفی معانی تہہ بہ تہہ رکھتے ہیں اور ان تک رسائی محض انسانی کوشش سے نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت اور اس کا اذن ضروری ہے۔ دنیا دار سمجھتے ہیں کہ اس زمانے میں دیکھو کتنے خزانے دریافت ہو گئے مگر میں نے پہلے بھی حوالہ دیا تھا قرآن کریم کی اس آیت کا کہ یہ جو خزانے ہم سمجھ رہے ہیں کہ انسان خود

ہی دریافت کر رہا ہے غلط ہے ان کا وقت آچکا تھا۔ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا (الزلزال: 6)اس لئے یہ خزانے ان لوگوں کے علم میں آئے ہیں کہ اے محمدؐ تیرے رب نے وحی کی ہے کہ اے مخفی خزانو! ظاہر ہو جاؤ اور جب تک تیرے رب کی یہ تقدیر جاری نہ ہوتی کسی انسان کے بس کی بات نہیں تھی کہ ان مخفی خزانوں کی اطلاع پاسکتا۔ پس یہ بدرجہ اولیٰ قرآن کریم پر اطلاق پانے والا مضمون ہے اور اسماء باری تعالیٰ پر کیونکہ قرآن دراصل اسماء باری تعالیٰ ہی کا بیان ہے۔

اب ایک اور بحث بڑی دلچسپ ہے کہ اسم اعظم کیا چیز ہے۔ بہت سے لوگ اسم اعظم کی تلاش میں رہتے ہیں کیونکہ بعض احادیث سے یہ بات مستنبط ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کا ایک اسم اعظم ہے جس کے حوالے سے دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔ تو اسم اعظم وہ کیا ہے اس سلسلے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’ذات واجب الوجود کا اسم اعظم جو اللہ ہے‘‘ یہ نہیں فرمایا کہ اسم اعظم اللہ ہے ’’جو اللہ ہے‘‘ کہہ کر کچھ اور مضمون بیان فرمارہے ہیں ’’ذات واجب الوجود کا اسم اعظم جو اللہ ہے جو اصطلاح قرآنی ربانی کی رو سے ذات مستجمع جمیع صفات کاملہ اور منزہ عن جمیع رزائل اور معبود برحق اور واحد لاشریک اور مبدء فیوض پر بولا جاتا ہے‘‘ اب اس پہلو سے اگر اسم جامد کو وہ غیر معمولی کوئی جادو کا لفظ سمجھا جائے جس کے نتیجے میں ادھر نام بولا تو مسئلہ حل ہو گیا تو مضمون تو لفظ اللہ میں ہمیں دکھائی نہیں دیتا، اُس لفظ اللہ میں دکھائی نہیں دیتا جو اکثر لوگوں کی زبان پر جاری ہوتا ہے۔ جھوٹی قسمیں کھانے والے بھی واللہ، واللہ ہی کہتے ہیں۔ واللہ، باللہ، تاللہ یہ عام محاورے ہیں عربوں میں بھی اور اللہ کی قسم بعض دفعہ گندی باتیں کرتے وقت بھی اللہ کی قسم زبان پہ جاری رہتا ہے اور اللہ کے حوالے سے ہر مصیبت زدہ دعا کرتا ہے۔ تو پھر اسم اعظم کا یہ معنی کہ کوئی ایسا نام ہو جیسے ’’الہ دین کا چراغ‘‘ گویا یوں کہنا چاہئے کہ ’’سم سم‘‘ کا لفظ تھا وہ بولا جائے تو وہ خزانے کے دروازے کھل جائیں، یہ بالکل غلط بات ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی لئے یہ نہیں فرمایا کہ اسم اعظم اللہ ہے۔ بس اللہ کہہ دیا کرو ہر بات ہو جائے گی بلکہ اسم اعظم کی ایسی تعریف کر دی جس کے نتیجے میں بہت سی ذمہ داریاں انسان پر عائد ہو جاتی ہیں اور جب تک ان حقوق کو ادا نہ کرے جو اسم اعظم کے حقوق بندے پر عائد ہوتے ہیں اس وقت تک وہ اسم اعظم منہ کی بات ہے اور کوئی بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتا اور حضرت اقدس

محمد رسول اللہ ﷺ نے جہاں اسم اعظم کا ذکر فرمایا ہے وہاں ایک نام کے طور پر نہیں فرمایا بلکہ اللہ کی صفات بیان کر کے اسے اسم اعظم قرار دیا ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام اللہ کو اسم اعظم جن معنوں میں قرار دیتے ہیں وہ اس طرح باندھ دیئے جائیں کہ آپ کے اس کلام میں یہ موجود ہی نہیں کہ اللہ اسم اعظم ہے۔ فرمایا اللہ جو اسم اعظم ہے یہ معنے رکھتا ہے۔ ان سے الگ ہو کر وہ اسم اعظم نہیں ہے۔ چنانچہ وہ کیا معانی ہیں ان معانی میں تمام اسماء الٰہی آ جاتے ہیں۔

دوسرے لفظوں میں اللہ اسم اعظم ہے جب تک ان صفات سے یا ان اسماء سے اس کا تعلق قائم ہو رہا ہو جو خدا تعالیٰ کے اسماء ہیں یا اس کی صفات ہیں اور جن جن اسماء کا اللہ کی ذات سے تعلق ہے ان اسماء کو پیش نظر رکھتے ہوئے متعلقہ صورتحال میں جو دعا کی جاتی ہے ان کے تقاضے پورے کرتے ہوئے وہ پوری ہو جاتی ہے، یہ ایک مضمون ہے جو اس ایک فقرے سے تو شاید اکثر کو سمجھ نہ آئے مگر اگر مجھے یاد آیا تو پھر میں مزید آگے جا کر اس کی تشریح کروں گا۔ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس عبارت کی تشریح ضروری ہے۔

''ذات مستجمع جمیع صفات کاملہ'' وہ ذات جس کے اندر ہر کامل صفت جمع ہو چکی ہے اور کوئی ایک بھی صفت ایسی نہیں جو کامل ہو اور اللہ کے نام کے اندر داخل نہ ہو۔ تو ایک اسم اعظم ایسا بیان کر دیا جس میں تمام اسماء شامل ہو گئے اور کوئی اسم اس کے تصور سے باہر نہیں رکھا لیکن ساتھ دوسری تعریف یہ فرمائی ''اور منزہ عن جمیع رزائل'' اور وہ منزہ ہے، پاک ہے، ہر اس تصور سے جو رذیل اور کمینہ ہو، جس میں کوئی کسی قسم کا نقص بھی پایا جاتا ہو اس تصور کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ یعنی Perfection Personified جو درجہ کمال اپنی انتہاء کو پہنچا ہوا اگر ایک ذات بن جائے تو اس کا نام اللہ ہے اور اس پہلو سے وہ اسم اعظم بن جاتا ہے جس کے حوالے سے پھر دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ پھر فرمایا اور بھی اس کے معانی ہیں جو اس میں بروقت داخل ہیں۔

''اور معبود برحق'' ایسا معبود جو حق ہے اس کی عبادت جتنی بھی کی جائے وہ اس کو زیبا ہے، اس میں مبالغہ نہیں ہو سکتا اور برحق ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی شان کے مطابق سچی عبادت اس کی مقبول ہو گی اور کوئی جھوٹی عبادت اس کے ہاں مقبول نہیں ہو سکتی۔ تو ایک وہ ذات ہے جس میں عبادت کو قبول کرنے کی صفات درجہ اتم تک پائی جاتی ہیں۔ ہر قسم کی عبادت جتنی بھی چاہیں کریں

آپ، جتنا چاہیں ماتھا ٹیکیں، جتنا چاہیں اپنے آپ کو ذلیل اور رسوا کریں، جو کچھ بھی آپ کر لیں اس کی معبودیت کے دائرے سے باہر نہیں جاسکتے۔ایسا عظیم معبود ہے کہ اس کے متعلق مبالغہ ہو ہی نہیں سکتا۔

اور عبادت کرنے والے کی نسبت سے وہ معبود برحق ان معنوں میں ہوگا کہ کوئی جھوٹی بات تمہاری عبادت میں شامل نہ ہو کیونکہ وہ حق ہے۔کوئی تصنع نہ ہو،کوئی ریا کاری نہ ہو،کوئی نفسانی اس میں آلودگیاں شامل نہ ہوں،غرضیکہ پاک،خالص،للہ عبادت جو ہے وہ اس ذات کو پہنچتی ہے اس لئے وہ برحق ہے''اور واحد لاشریک''اور وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے یعنی کسی پہلو سے بھی اس کا کوئی شریک نہیں۔''اور مبدء فیوض پر بولا جاتا ہے''اور اس کی صفات کاملہ تمام تر فیض رکھتی ہیں یعنی ان صفات میں سے ہر صفت کا فیض کسی دوسرے کو پہنچ سکتا ہے اور پہنچتا ہے یعنی کوئی ایسی صفت نہیں ہے جو بے فیض ہو۔اس ضمن میں مزید تشریح کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''قرآن شریف کی اصطلاح میں اللہ اس ذات کامل کا نام ہے کہ جو معبود برحق اور مستجمع جمیع صفات کاملہ اور رذائل سے منزہ اور واحد لاشریک اور مبدء فیوض ہے''یہ کہنے کے بعد فرماتے ہیں ''کیونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے کلام قرآن شریف میں اپنے نام اللہ کو دوسرے اسماء وصفات کا موصوف ٹھہرایا ہے''یعنی جتنے بھی دوسرے اسماء قرآن کریم میں ہیں ان سب کا موصوف اللہ قرار دیا گیا ہے اور کسی اور صفت کو اللہ کا موصوف نہیں بنایا۔یعنی اگر آپ یہ کہیں کہ فلاں شخص اچھا ہے،فلاں شخص ذہین ہے،فلاں شخص میں یہ بات ہے تو وہ شخص جو ہے جس کے اردگرد صفات گھوم رہی ہوں وہ شخص دراصل ان صفات کا مرکز ہے اور اس کا نام ان صفات کا نام بن جاتا ہے۔اس کو کہتے ہیں ذاتی نام مثلاً زید کے حوالے سے آپ کہیں کہ زید میں یہ خوبی ہے،زید میں وہ خوبی ہے،تو وہ زید کی طرف منسوب ہوگی زید اسم ہوگا مگر یہ نہیں آپ کہہ سکتے کہ رحمان زید ہے،شریف زید ہے یا کسی کی برائی کرنی ہو تو برا آدمی زید ہے۔اس لئے صفت اپنے موصوف کے گرد گھومتی ہے اور موصوف اپنی صفت کے گرد نہیں گھومتا۔یہ مضمون ہے جو خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے اور یہ اسم ذات ہے اللہ اور اسم اعظم ہے مگر اگر صفات سے خالی ہو کر اسم اعظم ہو تو اس میں کچھ بھی حقیقت نہیں رہتی کیونکہ اسم نام ہے صفات کا۔کوئی اسم صفات سے عاری نہیں ہے اس لئے مشتق نہ ہونا اور بات ہے اور بامعانی اور

باصفات ہونا اور بات ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اسم اعظم کی تلاش صفات سے عاری ہو کر نہ کرنا۔ یہ نہ سمجھ لینا کہ اللہ اپنی ذات میں کوئی ایسا نام ہے کہ اس کی صفات سے خواہ تم روگردانی کرلو اس کا نام لے کر وہ جادو کر دکھاؤ گے جو اس کی صفات پر منحصر ہے۔

اب ربوبیت ایک صفت ہے۔ اللہ رب ہے اس کے حوالے سے میں آپ کو سمجھاتا ہوں کہ ایک شخص اگر اللہ کو اسم اعظم تو سمجھے مگر اس کی صفت ربوبیت سے کچھ بھی حصہ نہ پائے۔ حد سے زیادہ خودغرض ہو بنی نوع انسان کی ضرورتیں پوری کرسکتا ہو تب بھی پوری نہ کرے اور اللہ کہہ کر اس سے چیزیں مانگے کہ میرا رزق بڑھا، میرے معاملات میں برکت دے۔ تو وہ اسم اللہ کا اسم اس صورت میں وہ اسم اعظم یعنی وہ جادو کا لفظ نہیں بن سکتا جس کے حوالے سے ہر بات مقبول ہو جاتی ہے کیونکہ ہر موقع سے تعلق رکھنے والا اس کا ایک نام ہے جو اللہ میں موجود ہے۔ اس موقع کی بات آپ کریں اور اس نام کا انکار کردیں جو داخل ہے اللہ کے نام میں تو اللہ اسم اعظم نہیں رہے گا۔ ایسے ہو جائے گا جیسے کوئی چیز اچانک اپنی صفات کھو بیٹھے۔ اللہ تو صفات نہیں کھوسکتا آپ نے ان صفات سے آنکھیں بند کرلیں اور اپنا تعلق توڑ لیا اور پھر خواہش ہے کہ آپ ان صفات سے فائدہ اٹھا لیں۔ بجلی سے قمقمہ جلتا ہے ایک بلب ہے جو روشن ہو جاتا ہے۔ یہ کہنا درست ہے کہ بجلی بڑی طاقتور چیز ہے مگر کوئی بٹن دبا کر بلب کا تعلق بجلی سے نہ قائم کرے اور بجلی بجلی کہتا رہے تو کوئی روشنی نصیب نہیں ہوسکتی۔ پس بجلی کی طاقت کا اقرار کرنا یہ معنے نہیں ہیں کہ ہم مانتے ہیں بجلی تو ہے اس لئے تو اس بلب کو روشن کردے بلکہ اس نام کے تقاضے پورے کرنے لازم ہیں۔ وہ پورے کریں گے تو وہ نام اپنا جادو دکھائے گا۔ جب بجلی کو آپ سمجھیں گے، اس کی صفات کا شعور حاصل کریں گے، اس سے تعلق جوڑیں گے اور ان کی صفات کی نفی نہیں کریں گے بلکہ ان کی صفات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس سے استفادے کی کوشش کریں گے تو بجلی ضرور اپنے جوہر دکھائے گی۔

پس اسم اعظم کی تلاش کرنے والوں کو یہ بات سمجھنی چاہئے کہ اسم اعظم وہ نام ہے جس میں تمام صفات ہیں اور جب دعا کی جاتی ہے تو وہ صفت بطور خاص اللہ کی ذات میں جلوہ گر ہونی چاہئے جس صفت کی آپ کو ضرورت ہے اور خدا کی ذات میں جلوہ گر ہو اور آپ کا تعلق نہ ہو تو آپ کو وہ جلوہ کچھ فائدہ نہیں دکھائے گا اور تعلق کے لئے وہ رستہ بنانا، بٹن دبانا اور ایک رابطہ قائم کرنا ضروری

ہے۔ پس خدا کی ہر صفت سے ایک رابطہ قائم ہوتا ہے اللہ سے اور اس صفت سے رابطہ تب قائم ہوتا ہے اگر اس جگہ آپ اس صفت کو اپنی ذات میں جاری کرتے ہیں، کسی حد تک ضرور جاری کرتے ہیں تب رابطہ بن سکتا ہے ورنہ بے جوڑ رابطہ نہیں ہوسکتا۔ بے جوڑ رابطہ تو دنیا میں بھی ہمیں نظر آتا ہے عام مادی دنیا میں بھی، بعض چیزوں کا بعض چیزوں سے کوئی جوڑ نہیں ہوتا وہ پیوند نہیں کھا سکتیں۔ اب لکڑی کو آپ نے کبھی بھی کسی میٹل میں ویلڈ ہوتے نہیں دیکھا ہوگا۔ جو مرضی کر لیں ٹھنڈا ویلڈ بھی ہوجاتا ہے لکڑی ویلڈ نہیں ہوسکتی مگر میٹل، میٹل کے ساتھ ویلڈ ہوتی ہے۔ گوشت لکڑی کے ساتھ ویلڈ نہیں ہوسکتا۔

تو ہر چیز کے کچھ تعلقات کے دائرے ہوتے ہیں وہ تعلقات قائم ہو جائیں تو پھر ان تعلقات کے ذریعے سے پیوند قائم ہوتے ہیں اور وہ صفاتی تعلقات ہوتے ہیں بعض چیزوں کی بعض صفات ہیں۔ ملتی جلتی صفات کے پیوند قائم ہوا کرتے ہیں اور متضاد صفات کے پیوند قائم نہیں ہوا کرتے۔ پس اللہ کے اسم اعظم سے استفادے کے لئے اس کی صفات کے ساتھ پیوند لازم ہے اور پیوند تب ہوگا اگر آپ کی ذات میں وہ صفات جاری ہوں گی ورنہ پیوند نہیں ہوسکتا۔

حضرت محمد مصطفی ﷺ نے بھی اسم اعظم پر اسی رنگ میں روشنی ڈالی ہے اور محض ایک نام بیان کر کے یہ نہیں فرمادیا کہ یہ نام ہے یہ لے لیا کرو تو اسم اعظم ہو جائے گا۔ وہ حدیث یہ ہے۔ دونوں باتیں آنحضرت ﷺ سے ثابت ہیں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ ہی کو اسم اعظم قرار دیا مگر صفات کے حوالے سے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

عن اسماء بنت یزید قالت قال رسول اللہ ﷺ اسم اللہ فی ھائین الایتین والھکم الہ واحد لاالہَ الاھو الرحمن الرحیم وفاتحۃسورۃ آل عمران... (سنن ابن ماجہ کتاب الدعاء)

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اسماء بنت یزید سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ کا اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے وَ اِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ الرَّحۡمٰنُ الرَّحِيۡمُ وہ رحمان اور رحیم ہے اور دوسری آیت یہ بیان فرمائی کہ آل عمران کی پہلی آیت جو یہ ہے الٓمّٓ ۙ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الۡحَـىُّ الۡقَيُّوۡمُ (آل عمران 2 تا 3) کہ اللہ وہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ حی ہے اور قیوم ہے خود اپنی ذات میں زندہ ہے اور

قائم بھی فی الذات ہے، بذاتہ اپنی ذات کے اندر قائم ہے اور دوسروں کو بھی قائم کر سکتا ہے۔ زندہ ہے فی ذاتہ اور دوسروں کو زندگی عطا فرما سکتا ہے۔

یہ جو چار صفات بیان ہوئی ہیں یہ دراصل تمام صفات باری تعالیٰ پر حاوی ہیں اور انسان اور مخلوق کے تعلق میں اسے سمجھنے سمجھانے کے لئے یہ دوسری آیت الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ بیان فرمائی گئی حالانکہ پہلی آیت میں بھی تمام صفات کی ماں بیان فرمادی گئی یعنی الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پہلے اللہ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ تمہارا ایک ہی معبود ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں یعنی اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وہ رحمان اور رحیم ہے۔ رحمان اور رحیم کے متعلق میں نے بیان کیا تھا کہ ہر تخلیق سے پہلے رحمانیت اور رحیمیت جلوہ گر ہوئے ہیں اور قرآن کریم کی ایک سورۃ سے پہلے جو استثنائی وجہ ہے ہر سورۃ سے پہلے رحمان اور رحیم کا ذکر ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ تمام صفات باری تعالیٰ تمام اسماء باری تعالیٰ جن کا قرآن میں ذکر ہے ان کا منبع رحمان اور رحیم ہے اور اسی پہلو سے رحمانیت کو ہر دوسری صفت پر غالب قرار دیا گیا اور رحیمیت، رحمانیت ہی کا ایک انداز ہے جسے بعض دوسرے پہلوؤں پر زور دینے کے لئے انہیں نمایاں کرنے کے لئے بیان فرمایا گیا ہے۔

تو آنحضرت ﷺ نے بھی اسم اعظم وہ قرار دیا جس کے اندر تمام دوسرے نام شامل ہیں ایک بھی اس سے باہر نہیں ہے۔ یہ وہ مضمون ہے جس کے متعلق مزید غور کی دعوت دینے کے لئے کچھ وقت چاہئے۔ میں انشاء اللہ آئندہ جمعہ میں یا اس کے آئندہ بعد آنے والے جمعہ میں آپ کو سمجھاؤں گا کیونکہ صفات باری تعالیٰ یا بہتر الفاظ میں اسماء باری تعالیٰ کے مضمون پر غور کی دعوت دینا اور یہ نہ سمجھانا کہ کیسے غور کیا جائے، یہ زیادتی ہوگی۔

اب جب مضمون چھیڑا ہے تو میں کوشش یہ کروں گا کہ ہر علمی سطح پر کچھ نہ کچھ اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہو اور تمام دنیا میں جو سننے والے ہیں ان کے اوپر علم کی کچھ کھڑکیاں کھلیں جس کے ذریعے وہ اپنی اپنی توفیق کے مطابق اللہ تعالیٰ سے تعلق باندھیں۔ اس کے لئے عربی کا تفصیلی علم ہونا ضروری نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم تو سب کے لئے ہے۔ تفصیلی علم تو ضروری نہیں مگر جہاں صفات باری تعالیٰ یا اسماء کا ذکر آئے گا وہاں اس حد تک عربی کا علم لازمی ہے اور اگر براہ راست کسی کو نہ ہو تو وہ علماء سے پوچھ سکتا ہے یا کتب سے ان مضامین کو سمجھ سکتا ہے لیکن جو بنیادی ضرورت ہے یہ پوری ہو جائے تو پھر

انسان کے بس میں ہے کہ اگر وہ کوشش کرے اور اخلاص سے کوشش کرے تو خدا کی نظر میں وہ ایسے مرتبے تک پہنچا ہوا شمار ہو جائے۔یعنی یہ یوں نہیں کہنا چاہئے کہ بس میں ہے، امکان میں ہے، ہر شخص کے لئے امکان ہے اس بات کا کہ اس بات کو سمجھنے کے بعد جو میں بیان کر رہا ہوں یا آئندہ کروں گا وہ خدا کی نظر میں اس حد تک آ جائے کہ پھر اللہ اس کا ہاتھ وہاں سے پکڑے اور باقی باتیں اسے خود سمجھائے اور حسب توفیق سمجھائے، حسب ضرورت سمجھائے۔ہر شخص خدا سے تعلق رکھنے کی جو استطاعتیں لے کر پیدا ہوا ہے، جو اس کی وسعتیں ہیں ان کا علم بھی صرف اللہ کو ہے اور وہی ہے جو سمجھا سکتا ہے۔پس میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ میں خدا تعالیٰ کا کوئی ایسا تعارف کرواؤں قرآن کے حوالے سے بالضرور جو آپ سب کے لئے کافی ہو جائے۔میں اس ارادے سے یہ مضمون بیان کر رہا ہوں کہ وہ طریق سکھاؤں جس طریق سے آپ سب پر خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا وہ رستہ حاصل کرنے کا راز مل جائے یا آپ سب کو وہ راز حاصل ہو جائے جس کے بعد خدا تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ پھر میں خود ہاتھ پکڑتا ہوں اور باقی منازل میں خود طے کرواتا ہوں۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت: 70)وہ لوگ جو ہمارے بارے میں مجاہدہ کرتے ہیں، کوشش کرتے ہیں اور ہم تک تو کوئی پہنچ ہی نہیں سکتا از خود، جب تک ہم کسی کا ہاتھ نہ پکڑیں تو فرماتا ہے لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا نہ صرف یہ کہ ہم اسے رستہ دکھا سکتے ہیں بلکہ ہم نے اپنی ذات پہ لازم کر لیا ہے لَنَهْدِيَنَّهُمْ ضرور ہے ہم پر، لازم ہے ہم پر، ضرور ایسے شخص کو اپنی ذات کا رستہ دکھائیں گے۔

اب یہ جو بات ہے ہر شخص کو اپنی ذات کا رستہ دکھا دینا یہ ایک اتنی عظیم نعمت ہے کہ دوسرے سے سیکھے ہوئے علوم کے مقابل پر اس کا ایک اپنا مرتبہ ہے جس کو دوسری بات پہنچ ہی نہیں سکتی یعنی بڑے سے بڑا عرفان کسی کو نصیب ہو جائے وہ کسی کو بتائے اس کا لطف بھی آئے گا لیکن کبھی اپنے دل سے جس طرح پھول چٹکتا ہے یا کلی چٹک کے پھول بنتی ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے فضل کے طور پر کوئی نکتہ نازل ہو اور وہ جو سمجھ آئے اس کا اپنا ایک مزہ ہے۔بچے تو اپنی میں نے کئی دفعہ مثال دی ہے جلی ہوئی روٹیوں سے بھی مزے لیتے ہیں اور خوب شوق سے کھاتے ہیں۔دوسروں کو بھی چکھانے کی کوشش کرتے ہیں دیکھو کتنی اچھی روٹی پکائی ہے۔سالن ایسا جیسے اگر کوئی ماں نے پکایا ہوتا تو بچے

پھینک کر باہر بھاگ جاتے، بڑے شوق سے کہ کیسا اچھا سالن پکا ہے اپنا نکتہ، اپنی چیز اور ہوتی ہے۔ اپنی بھونڈی سی تصویر بھی بچے نے بنائی ہو تو بعض دفعہ میرے پاس لے آتے ہیں کہ دیکھیں جی کیسی عمدہ تصویر بنائی ہے۔ وہ الٹی سیدھی تصویریں نہ رنگوں کی آمیزش نہ کچھ اور بہت خوبصورت دوسری تصویروں پر نظر ہی نہیں پڑتی۔

تو اللہ سے ذاتی تعلق قائم کرنے کی خاطر یہ بات ضروری ہے محض عرفان الٰہی کافی نہیں ہے اگر اس عرفان کے ذریعے بندے کا اللہ سے تعلق قائم نہ ہو۔ پس آئندہ بھی جو خطبات آئیں گے یہ محض علمی بحث کے طور پر میں آپ کے سامنے نہیں رکھ رہا بلکہ وہ مضمون جو خدا تعالیٰ نے مجھ پر روشن فرمایا اس کے آگے بڑھتے ہوئے رستے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ مخلوق کا خالق سے وہ تعلق قائم ہو جائے کہ ہر شخص براہ راست اپنے رب کے قریب پہنچے اور ذاتی محبت کے لطف اٹھانے لگے۔ عرفان سے محبت پیدا ہوتی ہے مگر عرفان وہ جو انسان کو خود نصیب ہو ورنہ بڑے بڑے علماء جنہوں نے تمام بڑی بڑی تفاسیر کے بڑے مطالعے کئے ہیں اور ان کے دل خالی ہیں یہ محبت کا مضمون ایک بجیر مضمون ہے اور یہ سارے مضمون کی جان ہے، اسماء کے مضمون کی اس لئے یہ آئندہ انشاء اللہ اب تو وقت تو زیادہ ہو گیا ہے آئندہ خطبے میں رفتہ رفتہ، قدم قدم، اس مضمون میں آپ کو ساتھ لے کر آگے بڑھوں گا اور یہ جو وقت لگ رہا ہے سمجھانے پر یہ مجبوری ہے اس کے بغیر آپ اگلے سبق سیکھ نہیں سکیں گے۔ اس لئے اگر آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ایک چھوٹی سی بات پر زیادہ زور دیا جا رہا ہے تو غلط فہمی ہے آپ کی۔ بہت سی ایسی باتیں ہیں جو چھوٹی چھوٹی بھی ہیں تو ان کے سمجھنے کے لئے کچھ وقت چاہئے۔ ان کو پوری طرح Grasp کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ اس لئے مجھے جب ایک دفعہ داخل ہوا ہوں تو پھر سمجھانا ہی پڑے گا انشاء اللہ اور اللہ سے ہمیشہ میں توفیق مانگ کے حاضر ہوتا ہوں، واپس جا کے بھی توفیق مانگتا ہوں، آپ بھی میرے لئے دعا کریں کہ وہ جو میرے نزدیک آخری مطمع ہے کہ احمدی اس مقام تک پہنچ جائیں جہاں خدا ان کا ہاتھ تھام لے اور پھر اپنی سیر خود کروائے اور وہ جو لطف ہیں وہ جماعت کی کایا پلٹ دیں گے، اتنا عظیم انقلاب برپا ہو جائے گا کہ اس کا عام آدمی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین